(بقیہ اشارات)

کرتی رہتی ہے۔ اس فوج کے ایک مشہور کمانڈر ڈاکٹر فضل الرحمن نے پچھلے دنوں زکوٰۃ کی شرح میں اضافہ کی تجویز پیش کی اور یہ خیال ظاہر کیا کہ اس کا ایک حصہ ترقیاتی سرگرمیوں کے بڑھتے ہوئے مصارف میں صرف کیا جائے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اس تجویز کو ہر لحاظ سے غلط قرار دیتے ہوئے فرمایا:

"درحقیقت زکوٰۃ کوئی ٹیکس نہیں ہے بلکہ نماز روزے اور حج کی طرح ایک عبادت اور رکن اسلام ہے۔ جس طرح نماز کی رکعتیں شارع کی مقرر کردہ ہیں اور کسی اجتہاد سے ان میں رد و بدل نہیں ہو سکتا اسی طرح زکوٰۃ کی جو شرح شارع علیہ السلام نے مقرر کر دی ہے اس میں بھی کمی بیشی کرنے کا کوئی مجاز نہیں ہے۔ آج مسلمان قلب و ضمیر کے پورے اطمینان کے ساتھ ان عبادتوں کو جس وجہ سے ایک متعین شکل و صورت میں انجام دے رہے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ ان کو اس شارع نے مقرر کیا ہے جس کے برحق ہونے پر وہ ایمان رکھتے ہیں۔ اگر مختلف زمانوں کی بدلتی ہوئی حکومتیں ان میں رد و بدل کرنے لگیں تو مسلمان عبادات کے خلوص سے بھی محروم ہو جائیں گے، اور آخرکار ان عبادات کا بھی وہی حشر ہو گا جو حکومتوں کے عائد کردہ ٹیکسوں اور قواعد و ضوابط کا ہوتا ہے کیونکہ لوگ نہ وقت کے حکمرانوں اور قانون ساز مجالس کے ممبروں پر ایمان لائے ہیں، نہ ان کے متعلق وہ خلوص کے ساتھ کبھی یقین رکھ سکتے ہیں کہ جو قاعدے اور ضابطے اور ٹیکس یہ لوگ مقرر کر رہے ہیں وہ سراسر برحق ہیں، نہ ان کے بارے میں یہ عقیدہ مسلمانوں کے دلوں میں کبھی پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر ہم ان کے احکام کی چوری چھپے بھی خلاف ورزی کریں گے تو ہماری عاقبت خراب ہو

جائے گی۔ مزید برآں مجوزہ کا یہ بیان بھی قطعی غلط ہے کہ زکوٰۃ مسلمانوں کی سماجی اور ثقافتی ترقیات اور دفاع سمیت ریاست کی دوسری ضروریات پر صرف کرنے کے لیے فرض کی گئی ہے۔ ہر شخص سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۶۰ پڑھ کر دیکھ سکتا ہے کہ قرآن حکیم کی رو سے زکوٰۃ کے مصارف دراصل کیا ہیں۔ ان مصارف میں خواہ کتنی ہی کھینچ تان کی جائے، سماجی اور ثقافتی ترقیات اور ریاست کی عام ضروریات تک ان کا دائرہ وسیع نہیں ہو سکتا۔ قرآن جن مقاصد کے لیے زکوٰۃ فرض کرتا ہے ان کے لیے شریعت کی مقرر کردہ شرح ہر زمانے میں بالکل کافی ہے اور اگر کسی وقت کوئی غیر معمولی صورت حال پیدا ہو جائے تو خیرات و صدقات کے لیے عام اپیل کر کے اس عارضی ضرورت کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ زکوٰۃ کو ان مصارف کے لیے مخصوص رکھتے ہوئے عام اجتماعی ضروریات کے لیے مسلمان حکومتیں ہر زمانے میں ٹیکس عائد کرتی رہی ہیں اور آج بھی کر سکتی ہیں۔ کوئی شرعی حکم اس میں مانع نہیں ہے۔"

ڈاکٹر فضل الرحمن اس مدلل بیان کے جواب میں کوئی معقول بات تو نہ کہہ سکے لیکن انہوں نے متعین طور پر مولانا مودودی کی کسی تحریر کا حوالہ دیئے بغیر ان پر یہ الزام عائد کر دیا کہ وہ بھی اس سے پہلے زکوٰۃ کی شرح میں تبدیلی کا خیال ظاہر کر چکے ہیں۔ عقل یہ باور نہیں کرتی کہ ڈاکٹر صاحب اس مسئلہ کے بارے میں فی الواقع مولانا کے خیالات سے ناواقف ہوں گے۔ ۱۹۵۰ء میں حکومتِ پاکستان نے زکوٰۃ کے متعلق ایک مفصل سوالنامہ جاری کیا تھا جس کا سوال نمبر ۱۸ یہ تھا کہ کیا موجودہ حالات کے پیش نظر نصاب اور زکوٰۃ کی شرح میں کوئی تبدیلی ہو سکتی ہے؟ اس سوالنامے کا جو جواب محترم مولانا نے نومبر ۱۹۵۰ء کے ترجمان میں ارشاد فرمایا تھا وہ آج بھی ثبوت کے لیے موجود ہے اور ڈاکٹر صاحب کے الزام کی پُرزور

تردید کرتا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

"شارع کے مقرر کردہ حدود اور مقادیر میں ردوبدل کرنے کے ہم مجاز نہیں ہیں۔ یہ دروازہ اگر کھل جائے تو پھر ایک زکوٰۃ ہی کے نصاب اور شرح پر زد نہیں پڑتی بلکہ نماز، روزہ، حج، نکاح، طلاق، وراثت وغیرہ کے بہت سے معاملات ایسے ہیں جن میں ترمیم و تنسیخ شروع ہو جائے گی اور یہ سلسلہ کہیں جاکر ختم نہ ہو سکے گا۔ نیز یہ کہ اس دروازے کے کھلنے سے وہ توازن و اعتدال ختم ہو جائے گا جو شارع نے فرد اور جماعت کے درمیان انصاف کے لیے قائم کر دیا ہے۔ اس کے بعد پھر افراد اور جماعت کے درمیان کھینچ تان شروع ہو جائے گی۔ افراد چاہیں گے کہ زکوٰۃ کے نصاب اور شرح میں تبدیلی ان کے مفاد کے مطابق ہو اور جماعت چاہے گی کہ اس کے مفاد کے مطابق انتخابات میں یہ چیز ایک مسئلہ بن جائے گی۔ نصاب گھٹا کر اور شرح بڑھا کر اگر کوئی قانون نیا دیا گیا تو جن افراد کے مفاد پر زد پڑے گی وہ اسے اس خوش دلی کے ساتھ نہ دیں گے جو عبادت کی اصل روح ہے۔ بلکہ ٹیکس کی طرح چٹی سمجھ کر دیں گے اور حیلہ سازی اور گریز دونوں ہی کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ یہ بات جواب ہے کہ حکم خدا اور رسول سمجھ کر ہر شخص سر جھکا دیتا ہے اور عبادت کے جذبے سے بخوشی رقم نکالتا ہے اس صورت میں کبھی رہ ہی نہیں سکتی جبکہ پارلیمنٹ کی اکثریت اپنے حسب منشا کوئی نصاب اور کوئی شرح لوگوں پر مسلط کرتی رہے۔"

اس واضح تحریر کے ہوتے ہوئے مولانا محترم کے بارے میں یہ گمراہ کن خیال پھیلانا کہ وہ شرح زکوٰۃ میں تبدیلی کو جائز سمجھتے ہیں یا کبھی جائز سمجھتے تھے، صریح ظلم و زیادتی نہیں تو اور کیا ہے؟